"الکنز المدفون" کے مصنف کی تحقیق

از جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب دہلوی رفیق ادارہ

"الکنز المدفون والفلک المشحون" ایک متفرق معلومات کا مجموعہ ہے جس میں لطائف المعارف لابن تیمیہ، الکشکول للشیخ بہاء الدین العاملی اور الطریف للادیب الظریف مؤلفہ مولانا عبد الاول جونپوری کی طرح بلا ترتیب بہت سی معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ یہ مجموعہ مذکورہ تمام مجموعوں سے اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس میں تالیف و ترتیب نام کو بھی نہیں ہے کوئی سے دو اقتباس آپس میں قطعاً کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ میرے علم میں اس کے مطبوعہ چار نسخے ہیں۔ ایک[1] طبع بولاق ۱۲۸۸ھ، دوسرا[2] مطبوعہ مصر ۱۲۹۳ھ جس کے حوالجات حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں ملتے ہیں، تیسرا[3] نسخہ مصر سے ۱۳۰۳ء میں شائع ہوا ہے اور چوتھا نسخہ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ میں مطبعہ میمنیہ مصر کا طبع شدہ ہے جو اس وقت میرے سامنے ہے۔ تعداد صفحات علاوہ فہرست ۲۵۸۔ اس کی لوح پر مصنف کے نام کی جگہ یہ عبارت ہے:

"المنسوب للعالم العلامة الشيخ جلال الدين الاسيوطی"

---

۱ یوسف الیان سرکیس کی کتاب "معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ" ج ۱ کالم ۱۹۶۰ (مطبوعہ مصر ۱۳۴۹ھ) میں صرف دو نسخوں اول اور سوئم کا پتہ دیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نفعنا اللہ بہ آمین ۔"

یہ "المنسوب" کا لفظ واضح کر رہا ہے کہ اس لوح کے ترتیب دینے والے کے نزدیک خود یہ بات یقینی نہیں ہے کہ اس کے مؤلف علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ ہیں۔

تاریخی شہادت | مؤرخین کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب علامہ جلال الدین سیوطی کی تالیف نہیں بلکہ شیخ شرف الدین یونس المالکی کی تصنیف ہے چنانچہ کشف الظنون میں ہے :

"الکنز المدفون و الفلك المشحون" مجموعة جمعها یونس المالکی[1] ۔"

اور المنجد میں اصل مصنف کے ذکر کے بعد یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ

"ینسب غلطا لجلال الدین السیوطی[2] ۔"

یوسف سرکیس نے بھی یہی کہا ہے کہ

"وینسب ھذا الکتاب غلطا لجلال الدین السیوطی[3] ۔"

علامہ عبدالحی لکھنوی نے "تبصرۃ الناقد" پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جو شخص اس کتاب کا ایک بار بھی شروع سے اخیر تک مطالعہ کرے گا وہ یقینی طور پر یہ جان لے گا کہ یہ علامہ جلال الدین سیوطی کی تصنیف نہیں ہے[4] ۔"

خود کتاب کی شہادت | صفحہ اول پر جو لفظ المنسوب ہے وہ بھی اگرچہ اس بات کو کمزور کرنے

---

[1] کشف الظنون ج ۲ ص ۳۳۶

[2] المنجد القسم الثانی فی الادب و العلوم ص ۴۴۵

[3] معجم المطبوعات العربیہ و المعربۃ ج ۱۱ کالم ۱۹۶۰

[4] تذکرۃ الراشد ص ۲۶ ، غیث الغمام علی حواشی امام الکلام ص ۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے لئے کافی ہے کہ یہ علامہ سیوطی کی تصنیف ہے مگر یہ شہادت مصنف کے قلم سے نہیں ہے ہم چند شہادتیں خود مصنف کے قلم کی نقل کرتے ہیں۔

۱۔ علامہ عبدالحی لکھنوی غیث الغمام حاشیۂ امام الکلام میں فرماتے ہیں کہ الکنز المدفون کے مصنف نے لکھا ہے کہ "حکایت فیما اختصرہ عمی القاضی ابو عمر سقی اللہ عہدہ ..... الخ" مولانا فرماتے ہیں کہ سیوطی کے کوئی چچا "ابو عمر" کنیت والے نہیں ہیں[1]۔

۲۔ الکنز المدفون کے مصنف حافظ ابوعبداللہ الذہبی کے شاگرد ہیں جیسا کہ انھوں نے متعدد مقامات پر ظاہر کیا ہے مثلاً ص۱۷ پر لکھتے ہیں: "ومن تاریخ شیخنا الحافظ ابی عبداللہ الذھبی" اور حافظ ذہبی کی وفات ۷۴۸ھ میں ہے اور سیوطی کی پیدائش ۸۵۹ھ کی ہے تو ذہبی سے سیوطی کے تلمذ کا کیا امکان ہے۔ ایک صدی سے زائد کا فصل ہے۔

اسی طرح الکنز المدفون ص۱۸۲ میں ہے "اخبرنا شیخنا الحافظ الذھبی رحمہ اللہ" جس سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف حافظ ذہبی کے براہ راست شاگرد ہیں۔ یہ دوسری عبارت علامہ عبدالحی لکھنوی نے بھی استدلال میں پیش کی ہے۔

۳۔ ص۲۴۳ پر ایک عبارت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: "وفی تفسیر شیخنا ابی حیان رحمہ اللہ تعالیٰ" اور یہ معلوم ہے کہ ابوحیان کی وفات ۷۴۵ھ میں ہے لہٰذا سیوطی کا تلمذ ان سے بھی کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔

۴۔ اسی کتاب میں ایک جگہ ص۱۵۳ پر لکھتے ہیں: "اجتمعت بالاخ فی اللہ ناصر الدین بن المیلق بالقدس فی ثالث عشرین من شعبان سنۃ سبع وستین وسبعمائۃ ووقع بیننا مذاکرۃ استفدت من بعضہا" ـــــ یعنی میں اپنے دینی بھائی ناصر الدین

---

[1] غیث الغمام ص۲۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن الملیق سے ۲۳ر شعبان سن سات سو ستر سنہ (۷۷۰ھ) کو قدس میں ملاہوں اور ہمارے درمیان علمی گفتگو رہی اور میں نے اس گفتگو سے فائدہ اٹھایا۔

یہ عبارت کس قدر صاف وصریح ہے اور حسن اتفاق سے سن ملاقات ہندسوں میں بھی نہیں کہ کسی درجہ میں غلطی کا شبہ ہوسکے بلکہ صاف وصریح لفظوں میں لکھا ہے۔

اس کے علاوہ صہ ۱۳۰ وصہ ۳۹ وغیرہ پر اس دور کے بعض دوسرے علماء سے بھی ملاقات کا پتہ چلتا ہے۔

۵۔ ایک اہم انکشاف اور سب سے بڑا ثبوت جس پر تعجب ہے کہ اب تک کسی کی نظر نہیں پڑی حتیٰ کہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دوسری ہی چیزوں سے استدلال کیا مگر ان کی بھی اس پر نظر نہیں گئی یہ ہے کہ اس کتاب میں صہ ۱۵۸ پر مصنف کا پورا نام الگ الگ حروف میں درج ہے۔ عبارت یہ ہے:

"الحمد للہ من کلام کاتبہ جامع ھذا الکتاب الفقیر
ی و ن س ال م ال ک ی خ د م ب ہا
سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔"

اس کے بعد مصنف نے اپنا وہ سلام نقل کیا ہے جو انھوں نے روضۂ مطہرہ مبارکہ پر پیش کیا ہے۔ یہ کل چودہ اشعار ہیں۔ اخیر کے دو شعر یہ ہیں ؎

فقیرک یونس المسکین یرجو
یبدل کسرہ منکم بجبر

"یعنی آپ کا گدا مسکین یونس یہ آرزو رکھتا ہے کہ اس کی کوتاہیوں کی مکافات آپ کی بارگاہ سے کر دی جائے۔"

ویدخل معکم جنات عدن
ویحظی بالنعیم المستمر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"(اس کی تمنا یہ بھی ہے کہ) آپ کے ساتھ 'جنات عدن' کا داخلہ نصیب ہو اور (جنت کی) دائمی نعمتوں سے بہرہ یاب ہو۔"

(صہ ۱۵۸ و صہ ۱۵۹)

ان دو جگہوں پر صراحت کے ساتھ نام دیکھ لینے کے بعد اب کسی اور خارجی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔

میرے لئے اس تلاش کا محرک

ہر بڑی چھوٹی تحقیق کا جو اوّلین محرک ہوتا ہے وہ عموماً کوئی ایسی ناقابل ذکر اور غیر اہم سی بات ہوتی ہے کہ اکثر یہ ذہن میں بھی نہیں رہتا کہ ہم نے آخر یہ تلاش و جستجو شروع کیوں کی تھی۔ ظاہر ہے کہ ہم نے جو کتابیں الٹ پلٹ کیں اور خود اس کتاب کو کھنگالا اس کی وجہ محض یہ شبہ تھا کہ یہ کتاب علامہ سیوطی کی تالیف ہے بھی یا نہیں؟ لیکن خود یہ شبہ کیسے پیدا ہوا؟ اور اس کی تلاش و جستجو کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ تو اس کی بنیاد صرف یہ ہے کہ الکنز المدفون صہ ۱، صہ ۳۲۲ اور صہ ۳۵۵ وغیرہ پر متعدد احادیث بلاحوالہ نقل کی گئی ہیں کہیں "ورد فی الحدیث" کہہ کر اور کہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور دوسرے الفاظ سے روایات نقل کی ہیں حالانکہ سیوطی کی عادت ہے کہ کوئی روایت بھی خواہ وہ مضمون کیسا ہی ہو جب بھی نقل کریں گے تو حوالہ ضرور دیں گے اور متون حدیث پر جتنی وسیع نظر سیوطی کی ہے ایسا وسیع النظر ان کے دور میں تو خیر کوئی تھا ہی نہیں ان سے قبل بھی اس دریائی دور میں ایسے وسیع النظر کم ہوئے ہیں۔ اس بات سے شبہ ہوا کہ سیوطی جو شاید اگر نیند میں بھی ان کی زبان سے کوئی حدیث نکلے تو اخرج فلانؒ عن فلانٍ کے بغیر نہ نکلے انھوں نے ورد فی الحدیث کیسے لکھدیا۔

وجہ اشتباہ

کوئی کتاب جب اپنے اصل مصنف کے بجائے کسی دوسرے کی طرف منسوب ہورہی ہے تو ضرور کوئی نہ کوئی وجہ اشتباہ ہونی چاہیئے حالانکہ یہاں بظاہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی وجہ نہیں مصنف کا نام، نسبت اور عہد سب بالکل الگ ہیں ۔۔۔ لیکن وجہ اشتباہ یہاں یہ ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی کی ایک کتاب کا نام ہے "الفلک المشحونؔ" اور اس زیر بحث کتاب کا پورا نام ہے "الکنز المدفون و الفلک المشحون" یہ دونوں چونکہ نام کے ایک جز کے لحاظ سے ہمنام ہیں اور سیوطی کی اکثر تصانیف بہت معروف و مشہور رہیں تو بظاہر کسی مطبع والے نے جب اول اول اس کو شائع کیا ہوگا تو ممکن ہے سرورق پر مصنف کا نام درج نہ ہو تو سیوطی کی الفلک المشحون سمجھکر اپنی یادداشت سے اس نے یہ نام لکھ دیا ہو۔ اور یہ "المنسوبؔ" کا لفظ جو مصنف کے نام کے ساتھ لایا گیا ہے اس کی وجہ بظاہر وہی ہے کہ کتاب کے اندر کی بعض چیزیں بادی النظر ہی میں ایک صاحبِ علم کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ یہ کتاب علامہ سیوطی کی ہے یا کسی اور کی تالیف ہے۔

مصنف کی تاریخ وفات

مصنف کی تاریخ وفات باوجود تلاش کے راقم الحروف کو ابھی تک نہیں ملی ہے۔ کشف الظنون میں المتوفی سنــــتا لکھ کر خالی چھوڑ دیا ہے۔ یوسف الیان سرکیس نے بھی باوجود فراوانی اسباب و وسائل کے ان کے سن وفات معلوم کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی بلکہ صرف اتنا لکھ گئے ہیں

لہ مضمون نگار نے اب سے کوئی دس گیارہ سال قبل ۸۲ھ ۸۳ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ میں علامہ سیوطی کا ایک رسالہ دیکھا تھا جس میں علامہ نے اپنی مختلف علوم وفنون کی تمام کتابوں کی فہرست الگ الگ فن وار مرتب کی ہے اس میں اس کتاب "الفلک المشحون" کا بھی ذکر ہے۔ سردست وہ رسالہ حاصل نہیں ہو سکا تاکہ اس رسالہ کے نام وصفحہ کا حوالہ دیا جا سکتا لیکن راقم سطور کو خوب اچھی طرح "رأی العین" یاد ہے اور کشف الظنون میں بھی باب الفاء میں اس کتاب کا ذکر ہے۔ (ج ۲ صـ ۴۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ "نبغ سنۃ ۵۰۸ھ" یعنی ۵۰۸ھ میں ظاہر ہوئے۔

جہاں تک مصنف کے دور کا تعلق ہے تو وہ مذکورہ بالا عبارتوں سے پوری طرح متعین ہو جاتا ہے، لیکن پیدائش و وفات کے سنین کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ ایک عبارت کتاب کے اندر ایسی ملتی ہے جس سے ان کی عمر کی تقریبی حدود متعین ہو جاتی ہیں ص ۱۱۳ پر لکھتے ہیں:

"فی تفسیر شیخنا ابن الاثیر" — یعنی ہمارے شیخ ابن الاثیر کی تفسیر میں یہ ہے پھر ایک عبارت نقل کی ہے — یہاں یہ بات علم میں رہنی چاہیے کہ "ابن الاثیر" کی کنیت سے تاریخ میں چار ہستیاں گذری ہیں اور چاروں صاحب تصانیف ہیں اور چاروں ہی ساتویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں۔

۱۔ ابو السعادات المبارک بن ابی الکرم المعروف بابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۰۶ھ ان کی مشہور کتاب جامع الاصول لاحادیث الرسول اور النہایۃ فی غریب الحدیث ہے[۱]۔

۲۔ ضیاء الدین ابو الفتح نصر اللہ بن ابی الکرم، ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۷ھ۔ ان کی مشہور کتاب "المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر" ہے[۲]۔

۳۔ ابو الحسن عز الدین علی بن ابی الکرم ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ۔ تاریخ کامل اور اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ کے مصنف یہی ہیں[۳]۔

یہ تینوں "ابن الاثیر" بھائی ہیں[۴]۔

۱۔ معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ ج ۱۱ کالم ۱۹۶۰

۲۔ شذرات الذہب ج ۵ ص ۲۲، کشف الظنون ج ۱ ص ۵۳۸، وفیات الاعیان ج ۱ ص ۴۲۱

۳۔ کشف الظنون ج ۲ ص ۳۷۵، وفیات الاعیان ج ۲ ص ۱۵۸

۴۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۴۷، کشف الظنون ج ۲ ص ۲۵۶، شذرات الذہب ج ۵ ص ۱۳۷

۵۔ وفیات الاعیان ج ۱ ص ۳۴۷ و ج ۲ ص ۱۶۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴۔ قاضی عماد الدین اسماعیل بن تاج الدین ابن الاثیر الحلبی المتوفی ۶۹۶ھ۔ عمدۃ الاحکام کی شرح احکام الاحکام انہی کی تصنیف ہے۔[1]

ان چاروں میں سے جہاں تک اس ناچیز کو معلوم ہے تفسیر قرآن پر کتاب اول ہی کی ہے جس کا نام ہے "الانصاف فی الجمع بین الکشف والکشاف"۔ یہ تفسیر ثعلبی اور زمخشری کی تفسیروں سے ماخوذ ہے ۔۔۔ اس لحاظ سے الکنز المدفون کے مصنف جن ابن الاثیر کو اپنا شیخ بتاتے ہیں وہ اول ہی ہوئے اور ان کا انتقال ساتویں صدی کے آغاز ہی میں ہو گیا تھا یعنی ۶۰۶ھ میں اور گذشتہ صفحات میں نقل کیا جا چکا ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ ۶۷۰ھ میں القدس کے ایک علمی مذاکرے میں شریک ہوئے ہیں۔ اس طرح اگر مصنف کا ابن الاثیر کو شیخنا کہنا حقیقی اور عام و معروف معنی میں ہے اور فرض کیجئے ابن الاثیر سے تلمذ انھوں نے اپنے بالکل بچپن اور ان کے اخیر زندگی ہی میں حاصل کیا ہو تب بھی عمر بہت طویل قرار پاتی ہے۔ ان کا عہد متعین کرنے میں یہ دو خبریں کافی حد تک مدد دیتی ہیں تاہم مجال تحقیق وسیع ہے۔

"کم ترک الاول للآخر"

۔۔۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] کشف الظنون ج ۱ ص۵۴ و ج ۲ ص۱۳۱

گذارش

خریداری برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلہ میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ کے نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو ۔۔۔ (منیجر)

© rasailojaraid.com